

حضرت علامہ شمس الحق افغانی

ترجمہ: حافظ محمد ابرار سلیم فانی

جہاد افغانستان کی مناسبت سے

جہاد — اور — اسلام

عنوان بالا پر علامہ موصوف کا یہ مضمون پشتو زبان میں لکھا گیا تھا۔ مضمون کی افادیت اور حالاتِ حاضرہ کی مناسبت سے اس کا اردو ترجمہ نذر قارئین ہے۔

حرفِ آغاز | جہاد بجاظ لغوی معنی کے جہد و جہد کرنا یعنی کوشش کرنا اور زحمت و سختی برداشت کرنا اور اصطلاح شرعی میں اعلیٰ کلمۃ الحق کے لئے ایک اسلامی عسکری تنظیم کے تحت اپنی جان و مال قربان کرنا اور دین اسلام کے لئے دفاع کے اپنی تمام تر قوتوں اور ذرائع کو بروئے کار لانا۔

جہاد کا یہ شرعی مفہوم مسلمان قوم کا وہ مذہبی فریضہ ہے جس کی اہمیت پر قرآن و حدیث نے بہت زور دیا ہے۔ جیسا کہ منقریب ”جہاد کا نقلی رخ“ پر بحث کے دوران اس کی وضاحت کی جائے گی۔

تمہید | فریضہ جہاد کا ایک عقلی پہلو ہے اور دوسرا نقلی رخ۔ یہاں ہر پہلو پر مفصل بحث ہوگی۔ اور یہ واضح کرنا ہے کہ جہاد مسلمان قوم کے لئے عقلی و نقلی ہر دور سے ضروری اور لازمی ہے اور اجتماعی و ملی زندگی کے تحفظ اور بحالی کے علاوہ یہ جہاد ہر مسلمان کے دل کی دھڑکن ہے۔

عقلی پہلو | ہم دیکھتے ہیں کہ انسان اور حیوان میں دو قوتیں موجود ہیں۔ ایک ”قوتِ میل“ یعنی اپنی محبوب و مرغوب چیز کو میلان کرنا۔ یا اسے اپنے تصرف میں لاتے یا اس سے مطلوبہ مقصد حاصل کرے۔ چنانچہ اس چاہت کے جذبے کو قوتِ اشتہا کہتے ہیں۔

دوسری قوت قوتِ غضب ہے۔ یعنی اس کو اپنی خواہش کی تکمیل میں جو چیز مانع ہو۔ یا تو ظلم و جبر سے اسے دفع کرے یا جیسے بھی ممکن ہو اسے مغلوب کرے۔

چنانچہ پروردگار عالم نے ہر جاندار مخلوق میں یہ طاقتیں پیدا کی ہیں۔ اشتہا اور چاہت کی یہ طاقت ایک نفس کی زندگی کجحالی کا کام بھی دیتی ہے اور نسل کی بقا بھی اسی طاقت سے ہے۔

غضب قوت سے (یہ نفس) اپنا بچاؤ اور حفاظت بھی کرتی ہے۔ اور اپنے مقصد کے حصول کے لئے اس کو کام میں لاتی ہے۔ پھر اس قوت کے استعمال کے لئے خالق کائنات نے ہر حیوان کے بدن میں اس کی نوعی تناسب سے اسے ایسے اندام دیئے ہیں جس کے ذریعہ وہ اپنا بچاؤ اور دفاع بھی کرتا ہے اور دوسرے حیوان پر حملہ اور جبر بھی۔

طیور کے پنجے گھٹنے ہیل کے سینک وغیرہ متعلقہ جانداروں کے آلات دفاع اور اوزار حرب ہیں۔

اظہار مقصد | اس تمہید کے بعد یہ حقیقت واضح ہے کہ قوت اشتہا اور قوت قہر کا استعمال ہر جاندار کا فطری حق ہے۔ اسی خاطر خالق کائنات کی طرف سے اس کو پورا موقع دیا گیا ہے مگر اس سلسلہ میں چونکہ فطرت انسانی کی نوعیت اور حیوانات سے بالکل علیحدہ نہایت اونچا اور عقل کی بنا پر عظیم پیمانے پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی قوت کی قدرت اور اس کی قوتوں کے استعمال کی حدود اور خطوط اور حیوانات کی نسبت بے حد وسیع اور لامحدود ہے اور صرف یہی نہیں کہ اس کے بدن میں اس کے پاس قوت غضب اور دفاع کا مختلف سامان موجود ہے۔ بلکہ خارجی طور سے اسے یہ موقع حاصل ہے کہ ان دونوں قوتوں کے استعمال کا سامان عقل و خرد کی روشنی میں مکمل اور پورا کرے۔ تو جیسا کہ انسانی محبت اور رغبت اور میل و خواہش کا سرچشمہ اور منبع قوت اشتہا ہے اور کھانا پینا رہنا سہنا اور ٹھننا بچھونا اور مرد و زن کا ملاپ اس کے مختلف مظاہر ہیں۔ مکان کے بارے میں جب انسان ہر وقت سرگرم اور سرگردان رہتا ہے۔ اسی طرح ہر دور میں اسلحہ اور آلات جنگ اور موجودہ وقت میں بے پناہ سامان جنگ جس کے ذریعہ ایک لمحہ میں عالم بشریت کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ یہ تمام قوت غضب کے اثرات اور اس کے استعمال کے ذرائع و آلات ہیں۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ ہر صاحب مسلک انسان اپنے مسلک کی ترقی اور فروغ پر قیمت وصول کرنا چاہتا ہے اور اس کے لئے ہر قسم کی قربانی پر آمادہ اور تیار ہے۔ بتا برائیں مسلمان بھی بحیثیت مسلمان یہ خواہش کرتا ہے کہ مذہب اسلام کا جھنڈا بلند اور کلمۃ اللہ کا بول بالا ہو۔ گویا مسلمان کی یہ خواہش قہر و غضب اس کا فطری اور ملی حق ہے۔ اور اس کے استعمال کا صحیح طریق کار شریعت اسلام نے اسے واضح کیا ہے۔ یعنی اس کے فطری اور پیدائشی خواہش کے لئے صحیح خطوط اور حدود متعین کئے ہیں جو مسلمان ان حدود کی پابندی کرے۔ اس کے ساتھ اجر و ثواب کا عہد و پیمانہ ہوا ہے۔ اس مقام میں ضمنی طور پر یہ واضح کرنا بھی ضروری ہے کہ شرع اسلام کے تمام احکام انسانی طبع اور مزاج کے عین مطابق ہیں۔ اور ان احکام کے منافی پہلو کا انسانی طبیعت کے ساتھ غیر طبعی اور خارجی تعلق ہے۔

ارشاد نبویؐ ہے۔ الخیر عادیۃ والشر لجاۃ یعنی خیر و صلاح طبیعت انسانی کی عادت اور معمول ہے اور شر اس کے ساتھ باہر سے پیوست ہوتی ہے۔

اس سلسلہ میں ہمارا ایک مفصل مضمون ایک مجلہ اسلامی اکیڈمی کوئٹہ سے شائع ہوا ہے اس میں دس دلائل

سے یہ دعویٰ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ اسلام دینِ فطرت ہے۔ وہ مضمون نہایت ہی مفید ہے۔ ثنائین حضرات اس کا مطالعہ کریں۔ غرض یہ کہ جہاد بھی مسلمانوں کے لئے ایک بنیادی اور فطری خصوصیت ہے اور جیسا کہ اس کو قوتِ اشتہا کا صحیح موقع دیا گیا ہے۔ اسی طرح اس کو قوتِ قہر کے استعمال کا بھی جائز شرعی محل میں موقع حاصل ہے۔ اور مسلمان قوم کے لئے یہ اجتماعی، عسکری اور دفاعی عمل جہاد ہے۔

جہاد کی تاریخی حیثیت | اس سلسلہ میں تاریخ اقوام عالم اس بات پر شاہد ہے کہ جس قوم نے اپنی دفاعی قوت کمزور کی اور دوسرے اقوام و مل کے مقابلہ میں یہ قوت استعمال نہ کی یا اس میں کوتاہی سے کام لیا۔ تو وہ قوم سیاسی اور قومی زندگی کے لحاظ سے زندہ نہ رہی۔ بلکہ ہلاک اور تباہ ہوئی۔ قرآن کریم نے مسلمان قوم کی اس کمزوری کی ہلاکت و تباہی سے تعبیر کیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے :-

وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ . مطلب یہ کہ اگر آپ نے جہاد چھوڑ دیا تو ہلاک ہو جاؤ گے۔

جہاد کا فکری رخ | فریضہ جہاد کے متعلق قرآن و حدیث سے جو ہدایات و تعلیمات منقول ہیں۔ ان کی حیثیت سے بھی جہاد اہم تر عبادت ہے۔ کیونکہ واضح بات ہے کہ عبادت کی روح بندہ کا اخلاص اور جذبہ ایثار ہے جس کی وجہ سے وہ مال و جان اور تن من و دھن قربان کرنے کو تیار ہے۔ اور ایسا پختہ یقین اور قوی باور رکھتا ہے۔ کہ میدانِ جہاد میں میری موت حقیقی اور ابدی زندگی کا پیش خیمہ ہے۔ جو کہ ایک نہ ختم ہونے والا خوشگوار حیات ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے :-

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ .

دوسری جگہ ارشادِ خداوندی ہے۔

بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ فَرَحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ

حافظ شیراز رحمہ اللہ نے اس ابدی زندگی کا نہایت خوبصورت نقشہ پیش کیا ہے۔

کشتگانِ خنجرِ تسیم را ہر زمان از غیب جانِ دیگر است

جہاد کے لئے قرآن کریم نے دشمن کے ساتھ مقابلہ اور مقابلہ کے لئے تیار رہنے اور اپنی طاقت کے مطابق اور دل کو مستعد رہنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ فرماتے ہیں :-

وَأَعِدُوا لَهُمْ لَأَآئِينَ اِسی طرح احادیث میں بھی جہاد کے بارے میں بہت سے تاکیدیں احکام وارد ہیں اور ساتھ

ہی اس کے اجر و ثواب کا بھی بیان ہوا ہے۔ ارشادِ نبوی ہے کہ غازی کے گھوڑے کا فضلہ اللہ کے نزدیک مشک سے

عبر سے زیادہ خوشبودار اور قابلِ قدر ہے اور فرماتے ہیں کہ جہاد کی خاطر ایک صبح یا ایک شام جانا اللہ کے ہاں دنیا

اور مافیہا سے بہتر ہے۔ خود رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میدانِ جہاد میں شہادت کی تمنا کی ہے۔ اور فرماتے

فرماتے ہیں - اَقْتُلُوْهُمْ اِنْ اَقْتُلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ اُحْيٰى ثُمَّ اَقْتُلُوْا

جاں خواہم از خدا نہ یکے بلکہ صد ہزار تا صد ہزار بار یا بمریم برگ یار

غرض یہ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لطف و مسرت اور فرحت و بہجت کی بار بار حصول کی آرزو کی ہے جو کہ شہید کو بوقت شہادت حاصل ہوتی ہے۔

ایک دوسری روایت کا مضمون یہ ہے کہ غازی کو بوقت نزع صرف اتنی تکلیف پہنچتی ہے جتنا کہ ایک شخص کو کوچھڑ کاٹنے۔ اسی طرح سرحدی چوکی اور مقامات پر جو متبعین سپاہی اور مسلمان جان باز ہو۔ اس کو رابطہ اور اس کی ڈیوٹی کو رابطہ اور مرابطت کہتے ہیں۔

م رابطہ کے بارے میں ارشاد ہے کہ مَنْ مَاتَ مَرَابِطًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَتَبَ لَاصْمَلِ الْيَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَا مَن فِتْنَةِ الْقَبْرِ - خلاصہ یہ کہ مذہب اسلام کے فریضہ جہاد یعنی اس سرحدی محافظ نگران دستے کا اجر و ثواب قیامت تک لکھا جائے گا اور عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔ گویا مذہب اسلام میں جہاد ایک اہم اور ضروری عبادت ہے اور میدان عمل میں شہید کے خون کے ایک قطرے کے ساتھ ایک گناہ بھی برابر نہیں ہوتا (یعنی اس کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے)

ایک غلط فہمی اور اس کا جواب | اس مقام میں بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہوتے ہیں کہ چونکہ اسلام نے جذبہ جہاد کی نہایت تعریف و توصیف کی ہے۔ ابتدائی دور میں اس جذبے سے اتنا کام لیا گیا ہے کہ جزیرۃ العرب کے ۲۴ لاکھ آبادی میں سے ۸ لاکھ آبادی مشرف بہ اسلام اور نور ایمان سے منور ہو گئی۔ اور آئندہ کے لئے بھی ارشاد نبویؐ ہے۔ الجہاد ماضی الی یوم القیامہ یعنی جہاد و قتال کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ چنانچہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام دنیا میں بزور تلوار اور بنوک شمشیر پھیلا ہے اور اس کے پھیلاؤ میں جہاد و جنگ جہاد اور سفای و دخول ریزی کا صرف دخل نہیں بلکہ یہ سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں۔ تو شریعت اسلامیہ کا کام ناکہ جبر و قہر اور زبردستی پر بننا ہے۔

اس غلط فہمی کا جواب یہ ہے کہ تعلیمات اسلام کی رو سے جہاد کی نوبت تب آتی ہے جب حق و انصاف کے قیام کے لئے شرکی طاقتیں سب راہ بن جائیں اور اس کو مٹانے کے لئے اور کوئی قابل عمل صورت باقی نہ رہے۔ سب سے پہلے غیر قوموں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ جب وہ اسلامی حکومت کا ذمہ قبول کرے اور جزیہ دینے پر راضی ہو جائے تو اسلام کی طرف سے اسے اتنی مراعات حاصل ہوتی ہیں کہ ان کی جان و مال ایک مسلمان کی جان و مال کی طرح محفوظ ہو جاتی ہے۔ اور اسلامی معاشرے کی تمام آئینی اور معاملاتی حقوق ایک غیر مسلم ذمی کو ایسے پیرائے میں مل جاتے ہیں جو ایک غیر مسلم کو بحیثیت مسلمان حاصل ہوتے ہیں۔

پیغمبر علیہ السلام نے حکومت اسلام کے اس بین الاقوامی دفعہ کو ان الفاظ میں واضح کیا ہے۔

اموالہم کا مالنا و دماؤہم کدہ ماٹنا۔ ان کا مال اور ان کا خون ہمارے مال اور خون کی طرح محفوظ ہیں اور اسی طرح ان کو اپنی مذہبی رسومات کی قانونی اور مکمل آزادی ہے جو کہ اسلامی نظام حکمرانی کے ساتھ مزاحم اور متصادم نہ ہوں۔ ارشاد نبویؐ ہے۔

زمرہم و ماید بینون۔ انہیں اپنے مذہبی کاموں میں آزادی ہے، ان کو چھوڑ دیں، غرض یہ کہ ایک غیر مسلم دمی کے ساتھ مملکت اسلام کا اس سے اور بہتر کیا سلوک ہو سکتا ہے۔ کہ ایک دمی کا فرائض کی طرح حاجی پر ایک مسلمان کا قصاص کیا جاتا ہے جیسا کہ حدیث کا متن اس پر دلالت ہے۔ اور اصحاب کرام اور ائمہ کا بھی یہی مسلک ہے خلاصہ یہ کہ عدل الہی کے قیام کے لئے ان کے ساتھ ہر ضروری، اخلاقی سلوک روا رکھا گیا ہے۔ اور انہیں تمام شہری حقوق حاصل ہیں۔ البتہ جنگی خدمات کے عوض ان پر برائے نام ٹیکس (جزیہ) مقرر کیا گیا ہے۔

پس ان مراعات کے باوجود بھی اگر ایک کافر قوم مفاہمت پر آمادہ نہ ہو تو پھر ان کے ساتھ جہاد صرف فساد کے لئے ضروری اور لازمی ہے۔

بہر صورت یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ حق و انصاف کے نفاذ کے لئے ناسازگار رفتار سے ناامیدی کی صورت میں اسلام نے جس بہتر سلوک کی تاکید کی ہے وہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ اسلام میں قوت کے استعمال کی اجازت مخصوص حالات اور محدود پیمانے پر ہے۔ غرض یہ کہ مذہب اسلام کی ترویج میں جہاد کو اول اور مرکزی حیثیت حاصل نہیں بلکہ اولاً غیر اقوام پر اسلامی تعلیمات اور اخلاق و تمدن پیش کرنا ہے۔ اور پھر کثیر تعداد میں اختیار کے ٹھکڑے نصیب اور نیک بخت افراد انہیں تعلیمات کی روشنی میں اسلام قبول کر لیں۔ اور حجت و برہان اور تبلیغ و ستان کی نوبت نہ پہنچے۔

حقیقت یہ ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت پاکیزہ اور پیشکش سیرت، غایت درجہ مشفقانہ اور مصلحانہ برتاؤ بے پناہ حکیمانہ اور خیر خواہانہ سلوک نے عرب میں ایسا انقلاب پیدا کیا کہ ان کے حالات و خیالات اور گفتار و کردار تمام اس پر بدل گئے۔ سرکش اور باغی دماغ رام اور تالچ فرغانہ ہو گئے۔ جاہل اور نا سمجھ عرب ظلم و جور اور ناہن گئے۔

ہمارے اس دعویٰ پر تاریخ کا ہر باب شاہد عدل ہے کہ جنگ اور قتال پر اقدام نہایت با مبرم مجبوری ہے اور صرف ملت مسلمہ نہیں بلکہ دشمن بھی اس بات پر گواہ ہے۔

وملیحۃ شہدت لہا ضواتہا۔ والفضل ما شہدت بہ الاعلام

یعنی ایک خوبصورت عورت کے حسن و جمال کا کبھی کبھی اپنی سون بھی اعتراف کرتی ہے حقیقتاً کمال وہی ہے

کہ دشمن بھی اس کا معترف ہو۔

اس بارہ میں ایک تاریخی ثبوت کم از کم یہ بھی ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں کی کل تعداد پندرہ سو تھی اور جب صلح ہو گئی اور مسلمانوں کے تیز تر کش میں بند ہو گئے اور جہاد کا سلسلہ وقتی طور پر معطل ہو گیا تو اس تعطل کے دوران اغیار کے دلوں میں خاموشی سے مذہب اسلام کی اتنی شہرت اور اس کی تعلیمات کی اتنی ترویج ہو گئی کہ محض اچھی پالیسی اور عمدہ کردار کی بدولت فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار فرزندانِ توحید موجود تھے۔ پس معلوم ہوا کہ اسلام کی ترویج اور اس کی وسیع اور ہمہ گیر مقبولیت اس کی تعلیمات کی طہارت اور پاکیزگی پر مبنی ہے اور جہاد کی تب ضرورت پیش آتی ہے جب صلح و مفاہمت حسن معاملہ اور باہمی گفت و شنید کی کوئی سبیل نہ ہو۔ بیشک شریعت اسلام میں جبر و اکراہ نہیں۔ اور قرآن پاک میں یہ اعلان موجود ہے کہ

لا اکراہ فی الدین۔ قد تبین المرشد من الخی۔ یعنی اسلام میں زبردستی نہیں اب تو رشد و ہدایت اور گمراہی و ضلالت (علیہ علیہ) واضح ہیں۔

جہاد کا اصلاحی پہلو | آخر میں جہاد کے بارے میں یہ حقیقت بھی واضح کرنا ضروری ہے کہ جہاد اگرچہ بظاہر قتل و غارت خون ریزی اور تباہی ہے۔ اور یہ بھی مسلم حقیقت ہے کہ جنگ کرنے والے ممالک، افواج اور اقوام کا مالی و جانی نقصان اس نقصان کے ۱/۱۰ ہے جو ان افواج کی اخلاقی گراؤٹ میں ہے کیونکہ جنگ کے میدان میں انسان ہٹنے کی بجائے ہر جنگ جو یہ کوشش کرتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ خون ریز سفاک اور درندہ ہو۔ (یعنی انسان کی طبیعت اس سے سفاک بن جاتی ہے)

لیکن اس کے ساتھ اسلامی جہاد جس غرض کے لئے کیا جاتا ہے اور اس راہ میں جو اصلاح و تعمیر زیرِ نظر ہے وہ ایک عام قانونِ اصلاح کے تحت ضروری ہے اس لئے کہ جب ایک مرکب اور مجموعہ چیز کے کسی ایک حصہ یا جز میں کسی قسم کی خرابی اور فساد پیدا ہو جلتے جو اسی مرکب اور مجموعے کے اور اجزاء ہیں، فساد کا تو پھر اس مجموعے سے وہ حصہ یا انسان و حیوان سے وہ عضو بادل نا خواستہ علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ جس کی بنا پر اس مرکب یا حیوان کا باقی بدن اس فساد سے مامون رہتا ہے۔ چنانچہ ایک مالی پھل دار درخت سے فاسد مزاج شاخ کو کاٹتا ہے۔ تاکہ ان شاخوں کے فساد سے باقی درخت محفوظ رہے۔ اسی طرح ڈاکٹر بھی باقی بدن کے تحفظ کے لئے اس اندام کو قطع کرتا ہے جس سے باقی صحت مند بدن میں فساد پھیلنے کا اندیشہ ہو۔ اب یہ بات واضح ہے کہ اسلامی مملکت ایک وحدت ہے اس وجہ سے جو افراد اس کے اجتماعی تقاضوں اور ضوابط کے مطابق زندگی گزارتے ہیں تو اگرچہ وہ غیر مسلم ہوں لیکن ان کا وجود تسلیم ہے۔ لیکن جب غیر مسلم افراد اس اجتماعی وحدت میں فساد پیدا کر رہے ہوں اور نظم و ضبط کے لئے خطرہ ہوں تو پھر ہر ممکن قوت کے ساتھ ان عناصر سے مسلم معاشرہ

کی تعمیر لازم ہے۔ پس اس قسم کی تعمیر و تعمیر کا نام جہاد ہے۔

خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جہاد کے متعلق اپنے پہلے تاریخی خطبہ میں نہایت زوردار الفاظ استعمال کئے ہیں فرماتے ہیں: ”اگر یہ اصلاحی جنگ آپ نے ترک کی تو بہت ہی خرابی اور فساد پیدا ہو گا۔ یعنی ناپاک عناصر معاشرے کے اور افراد پر حاوی اور غالب ہوں گے“

بعینہ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ اَنْ لَا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةً فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ

غرض یہ کہ ترک جہاد فساد و فتنہ کو موقع فراہم کرنا ہے۔ المحاصل جہاد ہر مسلمان خاص کر پاکستانی مسلمان کا اہم فریضہ ہے۔ دین ملک ناموس اور باعزت زندگی کی حفاظت جہاد پر موقوف ہے۔ اور اگر اس فریضہ میں کسی قسم کی کوتاہی اور غفلت سے کام لیا گیا تو پھر یہ تمام چیزیں تباہ اور غلامی کی ذلت کو تیار ہو جائے۔ اور صرف غلامی ایک ایسی چیز ہے جس کے بارے میں کسی نے بجا کہا ہے کہ:-

”حالت نزع کا لمحہ آزادی غلامی کے کئی سالوں سے بہتر ہے۔“ یہ تو جہاد کا دنیوی فائدہ ہے۔

اور اخروی فائدہ یہ ہے کہ:-

- ۱۔ منزل نزع نہایت ہی خطرناک ہے لیکن مجاہد پر بہت آسان ہے جیسا کہ پچھلے کسی کو کاٹا ہو۔
- ۲۔ جب کوئی انسان فوت ہو جائے تو اس کی نیکی ختم ہو جاتی ہے۔ (یعنی اس کے عمل کا خاتمہ ہو جاتا ہے) لیکن حضورؐ فرماتے ہیں کہ مجاہد جب مر جائے تو وہ نیکی جو اس نے زندگی میں کی ہو تا قیام حشر اس کے نامہ اعمال میں لکھی جائے گی۔
- ۳۔ مجاہد غازی یا مرابط جب اعلا کلمۃ الحق کے لئے مر جائے تو عذاب قبر (جو کہ سخت ترین منزل ہے) سے محفوظ رہے گا
- ۴۔ میدان حشر میں اس فیصلے کا انتظار کا رہے گا کہ کون جنت میں جائے گا اور کس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ لیکن یہ میدان بھی شہید اور مجاہد کے ہاتھ میں ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے بان لہم الجنۃ۔ اس کے لئے جنت ہے۔ مجاہد کا مال و جان اللہ نے جنت کے عوض لے لیا ہے۔ گویا جہاد کے باعث اللہ کی طرف سے یہ حبسٹری ہے کہ جس نے جان و مال راہ خدا میں قربان کیا۔ اللہ نے اسے جنت عطا فرمادی۔

دائرہ جہاد | جہاد لوگ صرف جنگ کو کہتے ہیں۔ لیکن ایسی بات نہیں بلکہ جہاد کے لئے سامان کی تیاری بھی اللہ کی راہ میں جہاد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی جہاد کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جس نے غازی کے لئے سامان مہیا کیا تو وہ بھی غازی اور جس نے غازی کے بال بچوں کی خدمت اور دیکھ بھال اخلاص سے کی تو وہ بھی غازی۔

قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے واعدوا لہم ما استطعتم من قوہ کہ آپ دشمن کے مقابلہ کے لئے ہر قسم کا سامان تیار کریں جس پر آپ کو قوت اور برتری حاصل ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلحہ سازی کے کارخانوں میں جو (مقامی سپر۔ لطائف الحوشی کے ہیں)